Iḥyāʾ alʿulūm, Vol.:24, Issue,2: July-Dec 2024
PP: 40-51

OPEN ACCESS
Iḥyāʾ alʿulūm
ISSN (Online): 2663-6263
ISSN (Print): 2663-6255
www.joqs-uok.com

قرآن وبائبل میں قانونِ طلاق کا تقابلی جائزہ

Comparative Study of Divorce Laws in the Qur'an and the Bible

Dr. Muhammad Ismail Badayuni
Assistant Professor, Govt. Superior Science College, Karachi
Email: ismail.budauni@gmail.com

Abstract

Allah Almighty created human beings and did not leave them without guidance after their creation. Rather, He sent the Prophets and guided humanity through divine revelation (Wahy). To protect mankind from the deception and misguidance of Iblis (Satan), Allah provided guidance through revelation. However, the enmity of Iblis and his progeny against the children of Adam is evident. In this hostility, their primary objective has been to sever the relationship between humans and their Creator. The foremost strategy in this effort has been to disconnect humanity from the Prophets and divine revelation. For this purpose, not only did self-serving individuals commit the heinous act of altering previous divine scriptures, but they also attempted to turn people away from the final divine book, the Qur'an, whose preservation has been guaranteed by Allah Himself. In this context, the Orientalist movement, under the guise of education and research, propagated the claim that the Qur'an is not a divine revelation but rather a composition of the Prophet of Islam (peace be upon him). In this paper, we have demonstrated that no human composition can compete with divine revelation. Furthermore, although Orientalists consider the Bible to be a collection of divine scriptures, a comparative analysis of the Qur'an and the Bible establishes that the legal system of the Qur'an is superior to that of the Bible.

***Key Words**: Bible, Qur'an, Orientalists, Divorce, Comparative Study*

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق فرمایااور اس کی تخلیق کے بعد اس کو بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑابلکہ اس کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایاتوان پر وحی کے ذریعے بنی نوع انسان کی رہنمائی فرمائی۔ انسان کے اولین دشمن ابلیس لعین کے مکر و فریب سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے رہنمائی فرمائی لیکن ابلیس اور اس کی ذریت کو جو اولادِ آدم سے دشمنی تھی وہ بھی اظہر من الشمس ہے اس دشمنی میں اس نے یہ کوشش کی کہ انسان کا تعلق اس کے خالق سے توڑ دیا جائے اور اس کوشش کا اولین ذریعہ یہ ہی بات تھی کہ انسان کا تعلق انبیاء اور وحی سے ختم کر دیا جائے اس کے لیے جہاں، نفس پرست انسانوں نے گذشتہ آسمانی کتابوں میں تحریف جیسا گھناؤنا کام سر انجام دیا وہیں پر یہ کوشش بھی کی گئی کہ آخری آسمانی کتاب کو جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا اس سے اللہ کا بندوں کا منہ موڑ دیا جائے لہذا تحریک استشراق نے بنامِ تعلیم و تحقیق یہ پروپیگنڈہ کیا کہ قرآن الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کی تحریر ہے ہم نے اس مقالے میں ثابت کیا ہے کہ کسی بھی انسان کی تحریر وحی کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور مستشرقین جو بائبل کو الہامی کتب کا مجموعہ مانتے ہیں، قرآن و بائبل کے تقابل سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم کا قانون، بائبل کے قانون سے بہتر ہے

مستشرقین جو علم و تحقیق کے دعوے دار ہیں، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کا تحقیقی بنیادوں پر جائزہ لینے کے دعوے دار بھی ہیں، مستشرقین نے سب سے پہلے قرآن اور صاحبِ قرآن کو اپنا نشانہ بنایا۔ کسی نے صدا لگائی کہ یہ قرآن الہامی کتاب نہیں، تو دوسرے نے کہا کہ اس میں جو الہامی باتیں ہیں وہ بائبل سے ماخوذ ہیں، کسی نے کہا کہ اس کے مصنف پیغمبر اسلام ہیں، کسی نے لکھا کہ یہ تو پیغمبر اسلام نے بحیریٰ راہب سے سیکھا تھا، کسی نے آواز میں آواز ملاتے ہوئے کہا کہ یہ تو پیغمبر اسلام نے عجمیوں سے سیکھا تھا۔ غرض یہ کہ بھانت بھانت کی بولیوں سے ان دزدگانِ انسانیت کا مقصد اتنا تھا کہ لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔

قرآن و بائبل کے قصص کا تقابلی جائزہ ہم اپنی کتاب ''استشراقی فریب''میں قدرے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ ہم یہاں قرآن اور بائبل کے احکامات کا اجمالی تقابلی جائزہ پیش کریں گے اور مسافرانِ حق کو یہ دعوت دیں گے کہ دیکھیے کس کتاب کے احکامات بنی نوع انسان کے لیے باعثِ خیر و برکت، باعثِ نجات اور باعثِ رحمت ہیں۔ سماجی، معاشی، سیاسی غرض ہر شعبہ ہائے زندگی میں انسانیت کے لیے قرآن نے جو قواعد وضوابط دیئے وہ بنی نوع انسان کی بقا و عروج کے لیے بے مثال ہیں۔

قرآن اور بائبل کا تقابلی جائزہ:

قرآن اور بائبل دونوں کتب میں شادی وطلاق، زنا، معاشی قوانین میں زکوۃ و خیرات، سیاسی قوانین وغیرہ موجود ہیں ہم آئندہ سطور میں شادی وطلاق زنا اور زکوۃ وغیرہ کا اجمالی جائزہ لیں گے۔ زندگی بخیر رہی تو ان تمام اور دیگر موضوعات پر قرآن و بائبل کا تفصیلی تقابلی جائزہ پیش کروں گا۔

شادی وطلاق:

شادی وطلاق سماجی زندگی کا ایک اہم جز ہے۔ انسانی نسل کی بقا کے لیے ہر عہد و زمانے میں، ہر مذہب و سماج میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا، اس کے لیے قواعد و ضوابط بنائے گئے۔ اس تعلق کو مضبوط بنانے کے لیے اخلاقیات پر مشتمل اقدار کو تشکیل دیا گیا لیکن ہمیں سوچنا ہے کہ کون سے قواعد وضوابط بنی نوع انسان میں رائج ہیں۔ ان میں کون سا قانون، کون سا ضابطہ بنی نوع انسان کے لیے مفید ہے اور کون سے قواعد وضوابط بنی نوع انسان کے لیے مضر ہیں۔

بائبل میں قانونِ طلاق:

بائبل میں طلاق کے بارے میں درج ذیل حکم ہیں۔

مرقس کی انجیل میں ہے کہ:

''فریسیوں نے پاس آکر اُسے (یسوع مسیح کو) آزمانے کے لیے اُس سے پوچھا کہ یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے اُس نے اُن سے جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تم کو کیا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔''[۱]

طلاق یافتہ عورت یہودی معاشرے میں ناپاک قرار دی جاتی ہے اور یہودیوں کے پیشوا، کاہن وغیرہ اس ناپاک عورت سے شادی نہیں کر سکتے ہیں جیسا کہ بائبل میں ہے:

''وہ کسی فاحشہ یا ناپاک عورت سے بیاہ نہ کریں اور نہ اُس عورت سے بیاہ کریں جسے اُس کے شوہر نے طلاق دی ہو۔''۲

یہودی معاشرے میں عورت کی کس طرح سے تذلیل کی جاتی رہی ہے۔ ایک جانب تو یہ شدت کہ اگر شوہر چاہے تو بیوی کو طلاق نامہ ہاتھ میں تھمائے اور اُسے گھر سے باہر کھڑا کر دے اور دوسری جانب یہ عجیب و غریب فلسفہ ملاحظہ فرمایئے:

''اگر کوئی مرد کسی عورت کو بیاہے اور اس کے پاس جائے اور بعد اس کے اس سے نفرت کر کے شرمناک باتیں اس کے حق میں کہے اور اُسے بدنام کرنے کے لیے یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے بیاہ کیا اور جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے کنوارے پن کے نشان اس میں نہیں پائے، تب اُس لڑکی کا باپ اور اُس کی ماں اُس لڑکی کے کنوارے پن کے نشانوں کو اس شہر کے پھاٹک پر بزرگوں کے پاس لے جائیں اور اس لڑکی کا باپ بزرگوں سے کہے کہ میں نے اپنی بیٹی اس شخص کو بیاہ دی پر یہ اس سے نفرت رکھتا ہے اور شرمناک باتیں اس کے حق میں کہتا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے تیری بیٹی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے حالانکہ میری بیٹی کے کنوارے پن کے نشان یہ موجود ہیں۔ پھر وہ اس چادر کو شہر کے بزرگوں کے آگے پھیلا دیں تب شہر کے بزرگ اس شخص کو پکڑ کر اسے کوڑے لگائیں اور اس سے چاندی کی سو مثقال جرمانہ لے کر اس لڑکی کے باپ کو دیں۔ اس لیے کہ اس نے ایک اسرائیلی کنواری کو بدنام کیا اور وہ اس کی بیوی بنی رہے اور وہ زندگی بھر اس کو طلاق نہ دینے پائے۔ پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازے پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا یوں تُو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔ اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا''۔۳

رسوائیوں کی داستان کے اس عجیب و غریب فلسفے کو ملاحظہ کیجیے۔ عورت پر اگر جھوٹا الزام لگایا گیا تو الزام لگانے کا انداز کتنا عامیانہ اور اس الزام کی صفائی کتنی سطحی پھر اگر الزام ثابت نہ ہو تو زبردستی نکاح قائم رہے گا، طلاق نہیں دے پائے گا۔

افراط و تفریط اپنے عروج پر ہے، اسی کتاب میں آگے درج ہے:

''اگر کسی آدمی کو کوئی کنواری لڑکی مل جائے جس کی نسبت نہ ہوئی ہو اور وہ اسے پکڑ کر صحبت کرے اور دونوں پکڑے جائیں تو وہ مرد جس نے اس سے صحبت کی ہو لڑکی کے باپ کو چاندی کی پچاس مثقال دے اور وہ لڑکی اس کی بیوی بنے کیونکہ اُس نے اُسے بے حرمت کیا اور وہ اسے اپنی زندگی بھر طلاق نہ دینے پائے۔''۴

غور فرمایئے ان جملوں پر۔

لڑکی کے باپ کو چاندی کی پچاس مثقال دے۔

اس لڑکی سے شادی کرے۔

اور زندگی بھر طلاق نہ دے۔

یہودی مذہب میں بیوی کو طلاق کب اور کیونکر دی جاسکتی ہے؟

اس ضمن میں کتاب استثناء میں درج ہے:

''اگر مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بے ہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف اس کی التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہو سکتی ہے پر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مر جائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے بیاہ نہ کرنے پائے کیونکہ ایسا کام خداوند کے نزدیک مکروہ ہے۔''۵

اس عبارت سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ عورت میں بے ہودہ بات پائے تو اسے طلاق دے دے۔

۲۔ طلاق نامہ لکھ کر اُس کے حوالے کرے اور اُسے گھر سے نکال دے۔

۳۔ دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے تو پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ یہ ناپاک ہو گئی۔

یہ مرد ناپاک نہیں ہوا عورت کیونکر ناپاک ہو گئی؟ کیا یہودی مذہب میں عورت کو انسان نہیں سمجھا جاتا؟ یا یہ کوئی اور مخلوق ہے؟

طلاق کے حکم میں بتایا کہ مرد و عورت میں اگر کوئی بے ہودہ بات پائے تو اُسے طلاق دے دے۔ یہ بے ہودہ بات کیا ہے؟

بائبل اس حوالے سے کوئی وضاحت نہیں کرتی۔

کیا بے ہودہ بات سے مراد زنا ہے؟

نہیں بے ہودہ بات سے مراد ''زنا'' نہیں ہو سکتی، کیونکہ زنا کی سزا موت تھی جیسا کہ احبار میں ہے:

''جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں۔''۶

کتاب استثناء میں ہے:

''اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے ہوئے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اُس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا''۔۷

تو بے ہودہ بات سے مراد زنا نہیں۔

پھر بے ہودہ بات سے کیا مراد ہے؟

ڈیرک میلکم لکھتا ہے:

''ہلیل کے پیروکار اس لفظ کی تشریح یوں کرتے تھے کہ بیوی میں کوئی بھی ایسی بات کر بیٹھے جس سے شوہر ناراض ہو تو وہ اسے طلاق دے سکتا ہے۔ اُس زمانے کی یہودی تحریروں میں لکھا ہے کہ بیوی شوہر کا کھانا جلا دے تو یہ بھی طلاق کی معقول وجہ ہے۔ اس طرح طلاق کے قانون میں بڑی آزادی پیدا ہو گئی تھی اور شوہر جب چاہتا بیوی کو طلاق دے سکتا تھا۔ ربی عقیبہ نے تو یہاں تک اجازت دے دی تھی کہ اگر کسی آدمی کو کوئی دوسری عورت اپنی بیوی سے زیادہ خوب صورت دکھائی دے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ یوسیفس ایک یہودی مورخ تھا جس نے نئے عہد نامے کے زمانے کے لگ بھگ تاریخ قلم بند کی، وہ طلاق کے بارے میں لکھتا ہے ''جو کوئی اپنی بیوی کو کسی بھی سبب سے طلاق دینا چاہے اور فانی انسانوں میں ایسے بہت سے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں وہ لکھ کر طلاق دے دے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند یسوع کے زمانے میں طلاق کا معیار کیسا ڈھیلا ڈھالا تھا طلاق دینے میں بہت آزادی تھی اور شوہر جب چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا تھا۔''۸

طلاق اور بائبل کی تضاد بیانی:

بائبل کیونکہ تحریفات کا مجموعہ بن چکا ہے۔ اس میں اس قدر تحریف ہو چکی ہے کہ جہاں ایک بات بیان ہوتی ہے کہیں نہ کہیں اُس کی مخالفت بھی ہو رہی ہوتی ہے مثلاً طلاق کے معاملے کو ہی لے لیجیے۔ ملاکی کی کتاب میں ہے:

''خداوند اسرائیل کا خدا فرماتا ہے میں طلاق سے بیزار ہوں۔''۹

جبکہ اسی بائبل میں خدا تعالیٰ کے حوالے سے لکھا ہے:

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ تیری ماں کا طلاق نامہ جسے لکھ کر میں نے اسے چھوڑ دیا کہاں ہے؟ یا اپنے قرض خواہوں میں سے کس کے ہاتھ میں نے تم کو بیچا؟ دیکھو تم اپنی شرارتوں کے سبب سے بک گئے اور تمہاری خطاؤں کے باعث تمہاری ماں کو طلاق دی گئی۔''۱۰

طلاق سے بیزاری بھی اور طلاق بھی۔

تضاد بیانی کے علاوہ بائبل کی اس روایت میں شانِ الوہیت میں گستاخی بھی صاف نمایاں ہے۔

عہد نامہ جدید میں شادی و طلاق سے متعلق درج ذیل قانون ہے:

''یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اُسے طلاق نامہ لکھ دے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے، وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے، وہ زنا کرتا ہے۔''۱۱

اسی کتاب میں مزید آگے لکھا ہے:

''اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔''۱۲

افراط و تفریط کی انتہا پسندی کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو طلاق نامہ ہاتھ میں تھماؤ اور گھر سے نکال دو، دوسری جانب معاملات خواہ کتنے ہی گھمبیر کیوں نہ ہو جائیں رہنا ناممکن ہی کیوں نہ ہو جائے طلاق نہیں دے سکتے۔

جو ایک مرتبہ اس ڈور سے بندھ گیا یہ ناطہ ٹوٹ نہیں سکتا سوائے عورت کی بدکاری کے۔

غور کیجیے اس قانون پر کہ اگر عورت بدکاری کرے تو چھوڑ دی جائے اور مرد بدکاری کرے تو اُسے کیا کہا جائے؟

پھر زنا کی سزا تو بائبل میں تو سنگسار کرنا تھی اُسے سنگسار کیوں نہیں کیا گیا؟

بائبل کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق یافتہ جوڑا دوسری شادی نہیں کر سکتا بلکہ طلاق کے بعد دوسری شادی کرنا زناکاری ہے۔

قرآن کریم نے جو طریقۂ طلاق تعلیم فرمایا نہ تو وہ یہودیوں کے قانون کی طرح ڈھیلا ڈھالا ہے کہ جب چاہا طلاق دے دی اور نہ ہی عیسائیوں کی طرح اتنا سخت کہ ازواجی تعلقات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو جائیں طلاق نہیں دے سکتے۔ طلاق کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، اگر بات بات پر طلاق عام ہو جائے تو ان گنت سماجی مسائل جنم لیں گے اور اگر طلاق پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے تو بہت بڑے بڑے حادثات بھی رونما ہو سکتے ہیں۔ جیسے قتل اور خاندانی دشمنی، خاندانوں کی باہمی چپقلش وغیرہ، جیسا کہ پادری میتھیو لکھتے ہیں:

''طلاق دینا اس سے بہتر ہے کہ اس سے بھی بدتر حرکت کی جائے بد دماغ اور پاگل، غصہ میں مجنوں اور بے ضبط آدمی کے ساتھ تھوڑی سی رضامندی اور مفاہمت بڑی شرارت سے بچا لیتی ہے۔''۱۳

سابق رکن امریکی کانگریس Paul Findley اپنی کتاب :Silent No More: میں قانونِ طلاق کے حوالے سے لکھتے ہیں

''عیسائیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ رومن کیتھولک چرچ نے طلاق کو صدیوں سے قانونی حمایت سے محروم رکھا ہے یہ چیز عیسائیت کی ایک سب سے بڑی خامی بن گئی ہے''۔۱۴

قرآن کا قانونِ طلاق:

اسلام، خاندانی نظام کے استحکام پر بہت زور دیتا ہے۔ سورۂ نساء میں سب سے زیادہ توجہ گھریلو زندگی کو خوش گوار بنانے پر دی گئی ہے کیونکہ گھر ہی وہ جنتِ اوّل ہے۔۔۔ گھر ہی وہ مکتب ہے۔۔۔ گھر ہی وہ گھوارہ ہے جہاں قوم کے مستقبل کے معمار پرورش پاتے ہیں۔۔۔ گھر ہی وہ مدرسہ ہے جہاں اخلاق و کردار کی تمام قدریں خواہ اچھی ہو یا بری، بلند ہوں یا پست دل و دماغ کی خالی تختی پر اس طرح نقش ہو جاتی ہیں کہ پھر کبھی ان کے نقش مدھم نہیں ہوتے۔

قرآن کریم صرف خاندانی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے مبہم نصیحتوں پر اکتفانہیں کرتابلکہ اس کے لیے واضح اور غیر مبہم قاعدے اور ضابطے متعین کرتاہے۔

عزیزانِ گرامی!

مرد وعورت کااولین رشتہ، رشتہ ازدواج ہے اس لیے اس رشتے میں جو بے راہ رویاں، جو مسائل، جو پریشانیاں آتی ہیں اُن کی اصلاح کے لیے قرآن کریم نے واضح قواعد وضوابط دیے ہیں۔

تعدادِازواج پر پابندیاں لگائیں اوراس کی اجازت دی تو بڑی شروط و قیود کے ساتھ۔ مرد کو بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کاحکم دیااور اگر اس کی کوئی چیز پسندِ خاطر نہ ہو تو اس پر صبر کرنے کی ہدایت کی۔ اگر باہمی تعلقات کشیدہ ہو جائیں تو اس کی اصلاح کے لیے تدابیر بتائیں۔

لیکن عورت کو یہ تمام حقوق دینے کے بعد گھر کی سرداری اور نظم ونسق کی ذمہ داری مرد کو سونپی کیونکہ اس کے اندر موجود فطری صلاحیتیں اس ذمے داری کو بہ احسن وخوبی اُٹھاسکتی ہیں۔

طلاق سے قبل اصلاحِ حال کی تدابیر:

شریعتِ اسلامیہ مرد کواس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی ذراسی بات ہوئی اور مرد نے اس کو طلاق دے کر پیچھا چھڑالیا۔

قرآن کریم ارشاد فرماتاہے:

وَاللاَّتِیْ تَخَافُونَ نُشُوزَہُنَّ فَعِظُوہُنَّ وَاہْجُرُوہُنَّ فِیْ الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوہُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَکُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَیْہِنَّ سَبِیْلاً۵ ۱

''اور وہ عورتیں اندیشہ ہو تمہیں جن کی نافرمانی کاتو (پہلے نرمی سے) انہیں سمجھاؤاور پھر الگ کردو انہیں خواب گاہوں سے اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) مارو انہیں پھر اگر وہ اطاعت کرنے لگیں تمہاری تو نہ تلاش کرو ان پر (ظلم کرنے کی) راہ''

عزیزانِ گرامی!

پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوا کرتیں۔ اچھی نیک اور صالح خواتین کے ساتھ ایسی عورتیں بھی ہوتیں ہیں جو تند مزاج، بدتمیز، اکھڑ مزاج ہوتی ہیں۔ اس آیت میں ان کی اصلاح کا طریقہ تعلیم کو بیان کیا جارہاہے۔

اصلاح کی پہلی تدبیر:

قرآن کریم ایسی عورتوں کے لیے یہ حکم نہیں دیتا کہ ان کو طلاق دے دو۔۔۔ان سے جان چھڑالو۔۔۔یا یہ بیوی بن کے رہنے کے لائق نہیں۔

بلکہ جب بیوی کی نافرمانی کا پورا علم ہو جائے تو پہلے ہی غصہ سے بے قابو ہو کر انتہائی اقدام نہ کرو بلکہ

فَعِظُوہن

تو نصیحت کرواُن کو۔

نرمی سے بتاؤ، پیار سے سمجھاؤ مثلاً دیکھو تمہارا یہ طرزِ عمل صحیح نہیں اس سے مستقبل میں یہ مسائل جنم لیں گے۔۔۔تمہارے اس عمل میں اللہ ورسول کی ناراضگی ہے۔۔۔اگر تم ایسا کرو گی تو بچوں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

یقیناً ایک اچھی بیوی اس بات کو جان لے گی کہ اس کا یہ طرزِ عمل درست نہیں لیکن اگر پھر بھی اس کی اصلاح نہ ہو سکے تو دوسری تدبیر سے بھی قرآن نے آگاہ کیا۔

اصلاحِ حال کی دوسری تدبیر:

اب اگر بیوی پیار سے بھی نہیں سمجھتی بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی ہی کو اس نے اپنا مزاج بنالیا ہے تو بھی یہ حکم نہیں کہ طلاق دے دو۔۔۔گھر بگاڑ لو اور معاشرے میں سماجی انتشار برپا کردو۔

بلکہ ایک اور تدبیر سے آگاہ فرمایا:

وَاہْجُرُوہُنَّ فِیْ الْمَضَاجِعِ

''اور پھر الگ کر دو انہیں خواب گاہوں سے۔''

یعنی دوسری تدبیر یہ بتائی ان سے الگ رات بسر کرو، محبت بھری باتیں کرنا ترک کر دو۔ وہ عورت جس میں شرافت کی حس ابھی زندہ ہے وہ اس سرزنش سے ضرور اپنی اصلاح کرلے گی لیکن اگر یہ طریقہ تدبیر بھی ناکام ہو جائے تو تیسری تدبیر سے آگاہ کیا۔

وَاضْرِبُوهُنَّ

''اور (پھر بھی باز نہ آئیں) تو مار و انہیں''

بستر سے الگ کرنے کے باوجود وہ باز نہ آئے تو اس کو مار سکتے ہو لیکن مار ایسی سخت نہ ہو جس سے جسم پر چوٹ آئے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر مارنے کی نوبت آئے تو مسواک یا اس قسم کی کسی ہلکی پھلکی چیز سے مارے اور چہرے پر تو ہرگز نہ مارے۔

خانگی زندگی ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ اس میں نرم و گرم طوفانوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اگر ذرا ذرا سی بات پر طلاق عام ہو جائے تو معاشرتی انتشار کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں رہے گی پھر مغربی معاشرے کی طرح یہاں بھی طلاق کی اوسط اور فحاشی و عریانیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اسی لیے اسلام نے ایک ایسا مرتب نظام دیا ہے کہ جس کے ذریعے گھر کی اصلاح گھر کے اندر ہی ہو جائے۔ اور شوہر و زن کا جھگڑا انہی دونوں کے درمیان نمٹ جائے۔ کسی دوسرے کی مداخلت کی ضرورت نہ ہو کیونکہ عموماً دوسروں کی مداخلت کی وجہ سے معاملات اور بگڑ جاتے ہیں۔ اس آیت میں مردوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ اگر عورتوں سے نافرمانی یا سرکشی سرزد ہو تو سب سے پہلے انہیں پیار و محبت اور نرمی سے سمجھاؤ اور سمجھا بجھا کر ان کی اصلاح کی کوشش کرو۔ اگر بات یہیں بن گئی تو معاملہ یہیں بن جائے گا اور مزید آگے بڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ عورت ہمیشہ کے لیے گناہ سے اور مرد ذہنی و قلبی اذیت سے۔ اور دونوں رنج و غم سے بچ گئے۔ لیکن اگر اس سمجھانے بجھانے، پیار محبت اور نرمی سے کام نہیں چل سکا تو دوسری تدبیر سے آگاہ فرمایا کہ ان کو تنبیہہ کرنے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیے خود علیحدہ بستر پر سوئے۔ یہ ایک معمولی سزا اور بہترین تنبیہہ ہے اگر اس سے عورت کو تنبیہہ ہو گئی اور اس نے اپنی اصلاح کرلی تو جھگڑا یہیں ختم ہو گیا اور اگر وہ اس شریفانہ سزا پر بھی اپنی نافرمانی اور کج روی سے باز نہ آئی تو تیسرے درجے میں مار مارنے کی بھی اجازت دیدی گئی۔ اس تیسرے درجے کی سزا بھی بہت معمولی رکھی گئی ایسا نہیں کہ انسان جنگلی پن پر اتر آئے۔ اور اس کا استعمال جائز تادیبی کاروائی میں ناپسندیدہ فرمایا۔

بہرحال اس معمولی سرزنش سے بھی اگر معاملہ درست ہو گیا تب بھی مقصد حاصل ہو گیا کہ اس خاندان میں باہمی محبت پیدا ہو گئی اور اس خاندان کو تباہ کرنے کے لیے اٹھنے والی تند و تیز ہواؤں کا سلسلہ بند ہو گیا اور دونوں (مرد و عورت) کو ذہنی سکون حاصل ہوا۔

عزیزانِ گرامی!

اس آیت میں جہاں مرد کو یہ تین اختیارات دیئے ہیں وہیں آیت کے آخر میں یہ بھی فرمادیا گیا:

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيلا

یعنی اگر ان تین تدبیروں سے وہ تمہاری بات ماننے لگیں تو اب تم بھی زیادہ بال کی کھال نہ نکالو اور الزام تراشی میں مت لگو بلکہ کچھ چشم پوشی سے کام لو اور خوب جان لو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر تمہیں کچھ بڑائی دی ہے تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی تمہارے اور سب کے لیے ہے اور تم زیادتی کرو گے تو اس کی سزا تم بھی بھگتو گے۔

ان آیاتِ قرآنی کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام اور شریعتِ اسلامیہ گھر کا استحکام چاہتے ہیں۔

اصلاحِ حال کی آخری تدبیر:

لیکن اصلاحِ حال کے لیے یہ تمام کوششیں بھی دم توڑ جائیں تو ایسا نہیں کہ یہ تین کوششیں ناکام ہو گئیں تو اب طلاق دے دی جائے بلکہ ابھی بھی اس انتہائی اقدام سے روکا گیا اور ارشاد فرمایا۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُواْ حَكَماً مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيْدَا إِصْلاَحاً يُوَفِّقِ اللّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيْماً

خَبِيْرًا ۱۶

''اور اگر خوف کرو تم ناچاقی کا ان کے درمیان تو مقرر کرو ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے اگر وہ دونوں (حکم) ارادہ کر لیں صلح کرانے کا تو موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات سے خبر دار ہے''۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''لیکن اگر آپس کی کوششیں اصلاحِ حال کے لیے مفید ثابت نہ ہوں اور ایسے آثار رونما ہونے لگیں کہ اگر صورتِ حال پر قابو نہ پایا گیا تو معاملہ طلاق پر جا ختم ہوگا تو اس وقت یا تو میاں بیوی اپنی اپنی طرف سے ایک ایک ثالث مقرر کریں اور اگر معاملہ عدالت تک پہنچ گیا ہو تو پھر حاکم کو چاہیے کہ جلد بازی سے ان میں تفریق نہ کر دے بلکہ حکم کے ذریعے ان کی مصالحت کی بھرپور کوشش کرے اور اگر ان حکموں نے خلوصِ نیت سے اصلاح کی کوشش کی تو توفیقِ الٰہی ضرور ان کے شاملِ حال ہوگی۔ بعض مفسرین کے نزدیک ان یریدا اصلاحا کے فاعل میاں بیوی ہیں۔ یعنی اگر ان کے دلوں میں مصالحت کی خواہش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرمادے گا''۔ ۱۷

خواتین و حضرات!

اس آیت میں واضح فرمادیا گیا کہ دو حکم (ثالث) مقرر کیے جائیں اور اگر دونوں حکم نیک نیت ہوئے اور اخلاص کے ساتھ انہوں نے چاہا کہ ان دونوں میاں بیوی کے درمیاں مصالحت ہو جائے تو۔

يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا

''موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان''

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہوگی کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان کے ذریعے دونوں میاں بیوی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اتفاق و محبت پیدا فرمادے گا۔

احباب گرامی!

یہاں بھی ہمارا رحیم و کریم پروردگار یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا خاندانی نظام نہ بکھرنے پائے، ان کے گھروں کا خانگی سکون نہ لٹنے پائے۔ ان کا معاشرہ سماجی انتشار کا گڑھ نہ بن جائے۔ اس کے محبوب کی یہ امت کہیں خرافات میں نہ کھو جائے اس لیے واضح فرمایا:

يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا

''موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان''

حکم کا اختیار:

یہاں ایک بات بہت اہم ہے کہ حکم کون ہوگا اور کس طرح فیصلہ کریں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

''جب میاں اور بیوی کے درمیان کے تعلقات میں فساد برپا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ خاوند کے خاندان کا ایک صالح آدمی اور عورت کے خاندان کا بھی ایک صالح متعین کریں وہ دونوں دیکھیں کہ غلطی کس کی ہے۔ اگر غلطی مرد کی ہو تو مرد کو عورت سے روک دیں اور خرچہ دینے کا پابند بنائیں۔ اگر غلطی عورت کی ہو اسے مرد کے پاس رہنے پر مجبور کریں اور اسے خرچہ بھی نہ دیں۔ اگر دونوں کی رائے ان کو الگ الگ کرنے یا جمع کرنے کی ہو تو جو وہ فیصلہ کریں وہ جائز ہوگا۔ اگر دونوں کی رائے ہو کہ دونوں اکٹھے رہیں۔ ایک راضی ہو جبکہ دوسرا اسے ناپسند کرے پھر ایک مر جائے تو جو راضی تھا وہ اس کا وارث بنے گا جو ناپسند کرتا تھا وہ اس راضی ہونے والا کا وارث نہیں بنے گا۔ اگر دونوں ثالثوں نے اصلاح کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق دے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اصلاح کرنے والے کو حق اور صحیح کی توفیق دیتا ہے''۔ ۱۸

ان حکموں کا اختیار کتنا ہے اور یہ کس حد تک فیصلہ کر سکتے ہیں، اس بارے میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ وہ صلح تو کرا سکتے ہیں لیکن تفریق نہیں اور یہی قتادہ، زید بن اسلم، احمد بن حنبل، ابو ثور اور داؤد ظاہری کا مذہب ہے اور ان کی دلیل اسی آیت کا یہ حصہ اِن یُرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللہُ بَیْنَھُمَا ہے کیونکہ اس میں تفریق کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ دونوں طرف سے وکیل ہیں تو ان کا حکم جمع و تفریق دونوں صورتوں میں بلا اختلاف نافذ ہوگا۔''۱۹

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عدالت میں ایک مقدمہ:

اس حوالے سے تقریباً تمام ہی مفسرین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے:

ایک مرد اور ایک عورت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں کے ساتھ بہت سی جماعتیں تھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کریں۔ جب یہ حکم تجویز کر دیئے گئے تو ان دونوں سے خطاب فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تمہاری ذمے داری کیا ہے؟ اور تمہیں کیا کرنا ہے! سُن لو! اگر تم دونوں ان میاں بیوی کو یکجا رکھنے اور باہم مصالحت کرا دینے پر متفق ہو جاؤ تو ایسا ہی کر لو، اور اگر تم یہ سمجھو کہ ان میں مصالحت نہیں ہو سکتی یا قائم نہیں رہ سکتی اور تم دونوں کا اس پر اتفاق ہو جائے کہ ان میں جدائی ہی مصلحت ہے تو ایسا ہی کر لو۔ یہ سُن کر عورت بولی کہ مجھے یہ منظور ہے یہ دونوں حکم قانونِ الٰہی کے موافق جو فیصلہ کر دیں خواہ میری مرضی کے مطابق ہو یا خلاف مجھے منظور ہے۔

لیکن مرد نے کہا کہ جدائی اور طلاق تو میں کسی حال گوارا نہ کروں گا، البتہ حکم کو یہ اختیار دیتا ہوں کہ مجھ پر مالی تاوان جو چاہیں ڈال کر اس کو راضی کر دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نہیں تمہیں بھی ان حکمین کو ایسا ہی اختیار دینا چاہیے جیسا عورت نے دیدیا۔

اس واقعہ سے بعض ائمۂ مجتہدین نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ ان حکمین کا بااختیار ہونا ضروری ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فریقین سے کہہ کر ان کو بااختیار بنوایا، اور امام اعظم ابو حنیفہ اور حسن بصری نے یہ قرار دیا کہ اگر ان حکمین کا بااختیار ہونا امر شرعی اور ضروری ہوتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد اور فریقین سے رضامندی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی، فریقین ور ضامند کرنے کی کوشش خود اس کی دلیل ہے کہ اصل سے یہ حکمین بااختیار نہیں ہوتے، ہاں، میاں بیوی ان کو مختار بنا دیں تو بااختیار ہو جاتے ہیں۔ اسلام کا قانون طلاق:

اسلام کے نزدیک میاں بیوی کا رشتہ بڑا ہی مقدس رشتہ ہے۔ اور اسلام یہ چاہتا ہے اور اس بات کی پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''اسلام کے نزدیک رشتۂ ازدواج بڑا مقدس رشتہ ہے۔ صحت مند بنیادوں پر جتنا یہ مستحکم ہوگا خاندان اور معاشرہ دونوں اتنا ہی مسرتوں سے مالا مال ہوں گے اور خوش حالی کی فضا میں نشو و نما پائیں گے۔ اسلام اس بات میں بڑا حریص ہے کہ اس رشتہ کا تقدس مجروح نہ ہونے پائے۔ اس رشتہ پر صرف مرد و زن کی خوشی اور آبادی موقوف نہیں بلکہ ان کی معصوم اولاد، فریقین کے قریبی رشتہ دار بلکہ سارے خاندان کا مفاد وابستہ ہے۔ اس لیے اسلام پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ رشتہ ٹوٹنے نہ پائے لیکن بعض حالات میں یہ تعلق وبالِ جان بن جاتا ہے۔ دونوں کی بھلائی اس میں ہوتی ہے کہ انہیں اس قید سے رہائی مل جائے۔ ان ناگزیر حالات میں اسلام نے اس کو ختم کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی بادلِ نخواستہ، ارشاد نبوت ہے۔ ان من البعض الحلال الی اللہ الطلاق۔ وہ حلال جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے وہ طلاق ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور اسے روایت کرتے ہیں۔ تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق یھتز منہ العرش۔ شادی کیا کرو اور طلاق نہ دیا کرو کیونکہ طلاق سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز جاتا ہے۔ اس لیے اسلام نے طلاق کا جو قانون پیش کیا ہے اس میں اس امر کا پوری طرح خیال رکھا گیا ہے کہ طلاق دینے والا جلد بازی میں طلاق نہ دے۔ کوئی وقتی رنجش یا عارضی نفرت اس کا باعث نہ ہو۔ طلاق دینے والا سوچ سمجھ کر اس کے نتائج و عواقب کو مد نظر رکھتے ہوئے طلاق دے۔''۲۰

گذشتہ صفحات پر ہم نے حکم کے متعلق فقہاء کی آراء پیش کی تھیں جن کے نزدیک دونوں حکم (ثالث) کو اس بات کا تو اختیار ہے کہ وہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں لیکن طرفین کی جانب سے بغیر اختیار دیئے حکمین کو یہ اختیار نہیں کہ وہ علیحدگی بھی کرا دیں۔

بلکہ یہاں ایک اور قانون بیان فرمادیا:

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔۲۱

''اور اگر پکا ارادہ کر لیں طلاق دینے کا تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے''

اگر طلاق دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو اب کیا کریں کیا طلاق، طلاق، طلاق کہہ کر معاملہ ختم کر دیں، نہیں بلکہ فوراً آگے فرمایا:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ-۲۲

''طلاق دو بار ہے یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ۔''

اس آیت کے شانِ نزول کے تحت مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ:

زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ شوہر اپنی بیوی کو کئی مرتبہ طلاق دے سکتا تھا، اُس پر کوئی پابندی نہ تھی۔ جتنی بار چاہا طلاق دیدی اور ہر بار عدت گزرنے سے قبل وہ رجوع کر لیتا۔ ایک دفعہ ایک انصاری نے اپنی بیوی کو دھمکی دی کہ نہ تو میں تمہارے نزدیک جاؤں گا اور نہ ہی تم مجھ سے علیحدہ ہو سکو گی۔ اُس کی بیوی نے اس سے پوچھا! وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں طلاق دے دیا کروں گا اور عدت گزرنے سے قبل تم سے رجوع کر لوں گا۔ وہ عورت اپنے تاریک مستقبل کا تصور کر کے لرز گئی۔ اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور اپنی مظلومیت کی داستان عرض کی، تب یہ آیت نازل ہوئی جس نے عورت کے بہت سے مصائب کا خاتمہ کر دیا۔ شوہر کو صرف تین بار طلاق کا حق محدود کر دیا۔

ایک بار اور دوسری بار طلاق دینے کے بعد وہ اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے اور اگر اس نے تیسری اور آخری بار بھی طلاق دے دی تو اب اس کا بیوی پر کوئی حق نہ رہا اور ان دونوں میاں بیوی کا تعلق ختم ہو گیا۔

اسلام میں طلاق دینے کا طریقہ:

اسلام اس رشتۂ ازدواج کو دو ماہ، تین ماہ، یا تین سال تک محدود نہیں کرتا بلکہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ ٹوٹے نہیں۔

قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ-۲۳

''اے نبی مکرم (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو انہیں طلاق دو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور شمار کرو عدت کو۔''

اس آیت میں اس بات کا حکم دیا جا رہا ہے کہ طلاق دیتے ہوئے اس کی عدت کو مدنظر رکھو یعنی طلاق حیض کی حالت میں نہیں دو اور نہ ہی ایسے طہر میں طلاق دو جس میں مباشرت ہو چکی ہو۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس پابندی میں کئی اور حکمتیں بھی ہیں۔ حیض کی حالت میں عورت، مرد کے لیے مرغوب خاطر نہیں ہوتی، وہ اپنی صفائی کی طرف سے بھی بے اعتنائی برتتی ہے۔ ان دنوں اس کی طبیعت بھی نڈھال اور مضمحل ہوتی ہے، اس لیے اگر اس حالت میں مرد اگر طلاق دے دے تو ہو سکتا ہے کہ یہ عارضی بے رغبتی طلاق دینے میں متحرک ہو اور جب یہ ایّام گزر جائیں تو پھر اس کو اپنے کیے پر ندامت ہو اور ایسا طہر جس میں وہ مقاربت کر چکا ہو اس میں بھی عورت کی طرف کشش کم ہو جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ اگر طلاق دینا ہی ہو تو ایسی حالت میں طلاق دو جبکہ رغبت اور کشش اپنے عروج پر ہو، ایسی حالت میں اگر تم طلاق دو گے تو سو مرتبہ پہلے سوچو گے اور تب یہ اقدام کرو گے۔ اس طرح تمہارا طلاق دینا حقیقی اسباب پر مبنی ہوگا''۔۲۴

طلاق دینے کا قاعدہ:

میاں بیوی کے درمیان قطع تعلق کے سوا اب کوئی چارہ کار نہ رہے تو مرد اپنی بیوی کو حیض سے فارغ ہونے کے بعد اور صحبت کرنے سے پہلے ایک طلاق دے۔ پھر دوسرے ماہ جب حیض سے پاک ہو تو صحبت سے پہلے طلاق دے۔ ابھی تک وہ رجوع کر سکتا ہے۔ پھر تیسرے ماہ جب عورت حیض سے پاک ہو تو صحبت سے قبل تیسری طلاق دے۔ اب یہ رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

مرد کو اتنی مہلت دی گئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کر سکے اور اگر وہ اپنے اس فیصلے کو واپس لینا چاہے تو واپس لے سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ تیسری اور آخری بار بھی طلاق کا اختیار حاصل کر لے تو گویا اس نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ اس عورت کو کسی قیمت پر اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا۔

عزیزانِ گرامی!

یہ ہے اسلام کا قانونِ طلاق۔۔۔یہ ہے شریعتِ اسلامیہ کی میانہ روی اور اعتدال۔۔۔دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح نہیں کہ جو ایک مرتبہ نکاح کی زنجیر میں جکڑ گیا، وہ جکڑ گیا۔اب اس سے رہائی کی کوئی صورت نہیں خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہو جائیں۔اور نہ ہی زمانۂ جاہلیت کی طرح کہ جب مرد چاہے اور جتنی چاہے طلاق دیتا پھرے اور نہ ہی یہودیوں کی طرح کہ طلاق نامہ ہاتھ میں تھمایا اور گھر سے باہر کھڑا کر دیا۔

اسلام کا یہ وہ امتیاز ہے جس کا مقابلہ دنیائے قدیم وجدید کا کوئی نظامِ قانون نہیں کر سکتا۔کاش!کہ ہم اسلام کے اس حکیمانہ نظام کو سمجھتے اور اسے عملی طور پر رائج کرنے کی کوشش کرتے۔

قرآن کے قانونِ طلاق میں جو قانونی حسن ہے کیا وہ بائبل کے قانونِ طلاق میں ہے؟

قرآن کے قانونِ طلاق میں جو اعتدال موجود ہے کیا وہ بائبل کے قانونِ طلاق میں ہے؟

نہیں ہر گز نہیں!

مسلمان، مستشرقین سے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر قرآن پیغمبر اسلام کی تصنیف ہے، الہامی کتاب نہیں اور بائبل الہامی کتاب ہے تو اس کے قوانین بائبل سے بہتر کیوں ہیں؟

آج مستشرقین دنیا بھر کے ماہرینِ سماجیات، ماہرینِ نفسیات و قانونیات کو بٹھالیں اور اُن کے سامنے اس سماجی مسئلے کو رکھیں اور ان سے معلوم کریں کہ کونسا قانون بنی نوع انسان کے لیے بہتر ہے؟

کس قانون میں بنی نوع انسان کی سماجی بقا ہے؟

یقیناً وہ یہ کہہ اُٹھیں گے کہ اسلام کے قانون سے بہتر کوئی قانون نہیں ہے کیونکہ خدائی قانون سے بہتر کوئی قانون نہیں ہو سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ومالک ہے وہ جانتا ہے کہ اُس کے بندے کے لیے کیا ضروری ہے اور کیا نہیں۔

ماخذ و مراجع

۱۔کتاب مقدس مرقس باب ۱۰ آیت ۲تا۵ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۲۔کتاب مقدس احبار باب ۲۱ آیت ۷ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۳۔کتاب مقدس استثناء باب ۲۲ آیت ۱۳تا۲۲ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۴۔کتاب مقدس استثناء باب ۲۲ آیت ۲۹،۲۸ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۵۔کتاب مقدس استثناء باب ۲۴ آیت ۱تا۴ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۶۔کتاب مقدس احبار باب ۲۰ آیت ۱۰ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۷۔کتاب مقدس استثناء باب ۲۲ آیت ۲۲ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۸۔ مسیحی اخلاقیات صفحہ ۱۴۰ مترجم جیکب سموئیل مسیحی اشاعت خانہ لاہور ۲۰۰۸

۹۔ملاکی باب ۲ آیت ۱۶ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۱۰۔یسعیاہ باب ۵۰ آیت ۱ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۱۱۔متی باب ۵ آیت ۳۲،۳۱ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۱۲۔متی باب ۱۹ آیت ۱۰ مطبوعہ بائبل سوسائیٹی لاہور ۲۰۰۶

۱۳۔ تفسیر الکتاب جلد ۳ صفحہ ۲۱۳ از پادری میتھیو ہنری مطبوعہ چرچ فاؤنڈیشن سیمینار ز لاہور ۲۰۰۲

۱۴۔امریکہ کی اسلام دشمنی از پال فنڈلے مترجم محمد احسن بٹ مطبوعہ نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۸

۱۵۔سورہ نساء آیت ۳۴ پ ۵

۱۶۔سورہ نساء آیت ۵۳ پ ۵

۱۷۔ تفسیر ضیاءالقرآن جلد اوّل صفحہ ۳۴۳ از پیر کرم شاہ الازہری مطبوعہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۸۔ از علامہ جلال الدین سیوطی در منثور، جلد ۲ صفحہ ۴۳۱ مطبوعہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۹۔ تفسیر ابن کثیر از جلد اوّل صفحہ ۶۹۱ مطبوعہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور
۲۰۔ ضیاءالقرآن جلد پنجم صفحہ ۲۷۳
۲۱۔ سورہ بقرہ آیت ۲۲۷ پ ۲
۲۲۔ سورہ بقرہ آیت ۹۲۲ پ ۲
۲۳۔ سورہ طلاق آیت ا پ ۸۲
۲۴ ضیاءالقرآن جلد پنجم صفحہ ۲۷۴